OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

قرآنی آیات کا داخلی ربط: رچرڈ بیل کے افکار کا تجزیہ

Internal Coherence of Qur᾿ānic Verses(An Analytical Study of Thoughts of Richard Bell)

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

پروفیسر، علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گجرنوالہ، سابق ڈین علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر زاہدہ شبنم

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

Abstract

The Holy Qur᾿ān was revealed gradually over a period of 23 years. Prophet Muhammad arranged the sequence of its verses in the light of Divine Guidance. At the time of his death, a large number of his Companions have memorized the Holy Qur᾿ān and also kept their personal copies. However, during the era of Hadhrat Abū Bakr, a group of Qurra' (Reciters of Qur᾿ān) were Martyred in the battle of Yamama. Therefore, as a result, it was decided to keep an official copy of the Qur᾿ān. This famous story was narrated by Imam Zuhri and attracted many Muslim scholars and Orientalists alike. As a result, some scholars have inferred that the Holy Quran was not compiled during the lifetime of Prophet Muhammad. Richard Bell – a renowned Orientalist –claimed in his book (Introduction to Qur᾿ān) that, as the Qur᾿ān was not compiled during the lifetime of Prophet Muhammad, therefore, some verses were found written at the margin or back of skin, bones and other writing material. Hence, when the Qur᾿ān was being converted into an official copy, these verses were incorporated within the main text without observing their context. This resulted in lack of coherence in these verses. Therefore, this research article deals with the assumptions of Richard Bell and tests their validity.

Keywords: Qur᾿ān, Revelation, Writing, Collection, Compilation, Coherence, Zuhri, Richard Bell.

قرآنِ حکیم کا اسلوب دورِ حاضر کے تالیفی مناہج سے یک سر مختلف ہے۔ قرآن میں موضوعات کو ابواب و فصول کے تحت بیان کرنے کے بجائے مختلف اور متنوع موضوعات پہلو بہ پہلو زیر بحث آتے ہیں اور بسا اوقات ایک ہی آیت عقائد، عبادات، اخلاق، معیشت، سماجی امور اور آخرت وغیرہ متنوع موضوعات کی حامل ہوتی ہے۔ اُمتِ مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآنِ حکیم کی ترتیب توقیفی ہے یعنی موجودہ ترتیب اللہ تعالیٰ نے خود رسول اکرم ﷺ کے ذریعے مقرر کی ہے۔ پس قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآنِ حکیم کی آیات میں باہمی داخلی ربط موجود ہے۔ جب کہ بعض ایسے مقامات بھی ہیں جہاں درمیان میں کوئی ایسا پیراگراف یا چند آیات آجاتی ہیں جس کا ماسبق اور مابعد سے کوئی ربط نظر نہیں آتا۔

مختلف زمانوں میں مفسرین نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ نامور مفسرین میں سے امام فخر الدین محمد بن عمر رازی نے اپنی ضخیم تفسیر مفاتیح الغیب میں ایسے تمام مقامات کی نشان دہی کی ہے جہاں کوئی پیرا گراف یا مجموعہ آیات سیاق و سباق سے ہم آہنگ نظر نہیں آتا اور انہوں نے ان کے باہمی ربط و تعلق کو بھی واضح کیا۔ شاہ ولی اللہ کی رائے[1] جسے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے مزید وضاحت سے تفہیم القرآن کے مقدمہ میں بیان کیا ہے:

''قرآن ایسی کتاب نہیں ہے جو کسی تصنیفی ترتیب کی حامل ہو بلکہ اس کا تعلق اس دور کی ضرورتوں کے ساتھ ہے۔ دعوتِ دین کے کام میں جس نوع کی ہدایات کی ضرورت پیش آتی رہے اس نوع کی آیات نازل ہوتی رہیں۔ گویا قرآنِ حکیم کے مضامین کا تعلق دراصل اس دور کے سماج، مذہبی، سیاسی اور اخلاقی حالات سے ہے اور مختلف آیات و سور کا باہمی ربط تلاش کرنے کے بجائے یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ سورت یا آیات کس دور میں نازل ہوئیں اور اس دور کے حالات سے ان کا کیا ربط ہے''۔[2]

اسبابِ نزول کی عمومی توجیہ کے طور پر یہ رائے مستند ہونے کے باوجود یہ سوال تشنہ جواب ہے کہ بعض مقامات پر کچھ آیات کو ایسی جگہوں پر رکھا گیا ہے جہاں وہ سیاق و سباق سے ہم آہنگ نظر نہیں آتیں جب کہ توقیفی ترتیب کا تقاضا یہ ہے کہ ان آیات کو اس جگہ رکھنے میں یقیناً کوئی حکمت ہو۔ قرآن کے ہر طالب علم کی خواہش ہوتی ہے کہ اس حکمت سے آگاہ ہو۔ ان آیات کو بنیاد بنا کر مستشرقین نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ کیا قرآن کی ترتیب توقیفی ہے یا اسے مؤلفین نے اپنی صواب دید یا سہولت کے مطابق جمع کر دیا ہے۔ اس ضمن میں اسلامی ادبیات میں جمع و تدوین قرآن کی روایات کو سامنے رکھ کر رچرڈ بیل (Richard Bell) نے اس فرضیہ پر کام کیا۔[3]

۱۔ وصالِ نبوی تک قرآن ایک مصحف کی شکل میں مدون نہیں کیا گیا تھا۔

۲۔ جنگ یمامہ کے بعد عہدِ صدیقی میں قرآن کا پہلا مکمل نسخہ تیار کیا گیا جو مختلف لوگوں کے پاس موجود نوشتے، جو چمڑے کی جھلی، کھجور کی مصفی شاخوں، ہڈیوں اور پتھروں پر تھے، جمع کر کے مدون کیا گیا۔

۳۔ ادواتِ کتابت (Writing material) کی کم یابی کی وجہ سے لوگ بعض آیات کو کسی سورت کے، جو متن کے طور پر لکھی گئی ہو، حاشیے یا پشت پر لکھ لیتے تھے۔ بعد میں قرآن مدون کرنے والوں نے حاشیے یا پشت پر لکھی گئی آیات کو اصل سورت کے متن میں شامل کر دیا جس کی وجہ سے ربط آیات متاثر ہوا۔[4]

اس فرضیہ پر مختلف حوالوں سے گفتگو کی جا سکتی ہے:

۱۔ وصالِ نبوی کے وقت قرآن کس شکل میں تھا؟

خود قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اجمالاً اور تفصیلاً دونوں طرح فرمایا ہے: مثلاً

(إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ)[5]

''ہم نے اس ذکر کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

دوسرے مقام پر ہے:

(لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ)[۶]

''اس میں باطل نہ اس کے آگے سے راہ پا سکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے''۔

سورۃ القیامۃ میں قرآن کی جمع و تدوین، ترتیب و بیان سب امور کی ذمہ داری اللہ نے خود اٹھالی ہے۔

(إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ـ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ)[۷]

''ہمارے ذمے ہے اسے جمع کرنا اور اسے سنانا اور جب ہم اس کو سنا چکیں تو ہمارے سنانے کی پیروی کرو، پھر ہمارے ہی ذمے ہے اس کی وضاحت کرنا''۔

مولانا حمید الدین فراہی نے آیت زیر بحث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن حضور ﷺ کی زندگی ہی میں جمع کر کے ایک خاص ترتیب سے آپ کو سنا دیا گیا۔ اگر یہ وعدہ آپ کے وصال کے بعد پورا ہونا ہوتا تو آپ کو اس قرآت کی پیروی کا حکم نہ دیا جاتا۔ آپ کو حکم تھا کہ جمع قرآن کے بعد جس طرح آپ کو قرآن سنایا جائے اسی طرح آپ اس کو پڑھیں۔۔۔ اس حکم کا لازمی تقاضا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو ایسی ترتیب کے مطابق سنایا ہو جس پر اس کی آخری قرآت ہوئی۔ یہ ترتیب وہی ترتیب ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے۔[۸] نیز یہ بات بھی صحیح اور متفق علیہ روایات سے ثابت ہے کہ:

''ہر رمضان میں نبی ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اتنے قرآن کا مذاکرہ فرماتے جتنا نازل ہو چکا ہوتا تا کہ کسی سہو و نسیان کا کوئی امکان نہ رہے''۔[۹]

قرآنِ حکیم میں جا بجا الکتاب اور کتاب کے الفاظ اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ یہ مرتب اور مدون صحیفے تھے جن پر مشرکین کا یہ اعتراض بھی قرآن نے نقل کیا ہے کہ:

(وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا)[۱۰]

''مخالفین کہتے ہیں کہ یہ اگلے وقتوں کے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھ لی ہیں اور یہی صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں''۔

رسول اکرم ﷺ نے حیاتِ طیبہ کے آخری رمضان میں مسجدِ نبوی میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ مکمل قرآنِ حکیم کا دو مرتبہ مذاکرہ کیا جس کے دوران حضرت عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت اپنے اپنے نسخوں کے ساتھ موجود رہے[۱۱] بلکہ ابن قتیبہ کے بقول حضرت زید بن ثابت نے اپنے نسخہ سے رسول اکرم ﷺ کو قرآن سنایا[۱۲] صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں انصار میں سے چار صحابہ کرام نے قرآن حکیم جمع کر لیا تھا۔ ان کے اسماء گرامی ہیں:

ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید (۱۳) ایسے مہاجرین کی تعداد جن کے پاس مکمل ذاتی نسخے تھے اور وہ حفاظ بھی تھے بہت زیادہ تھی۔

۲۔ کیا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت قرآن حکیم مرتب اور مدون کتاب کی شکل میں موجود تھا؟ اس ضمن میں: جمع وتدوین قرآن پر بکثرت کتابیں، مقالات اور مضامین لکھے گئے (۱۴) جن میں دو مختلف نقطہ ہائے نظر ملتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ قرآن تختیوں، ہڈیوں، پتوں اور چھلکوں وغیرہ پر لکھا گیا تھا اور اسے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ایک مصحف میں جمع کیا گیا اور اس کے لیے حضرت زید بن ثابت کی خدمات حاصل کی گئیں۔ انہوں نے لوگوں سے اصل تحریریں جو رسول اللہ ﷺ نے لکھوائی تھیں منگوا کر ایک مکمل نسخہ تیار کر دیا۔ اس بیان کی روشنی میں قرآن کے بارے میں جو شبہات پیدا ہوتے ہیں وہ بے جا نہیں ہیں لیکن غالباً بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر اس روایت کو زیادہ شہرت دی گئی۔ اس کے برعکس دوسرا نقطہ نظر یہ اختیار کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں سارا قرآن ایک مصحف کی شکل میں جمع کر دیا تھا اور اسے ثابت کرنے کے لیے پہلی روایت پر سند اور درایت کے حوالے سے تنقید کی گئی۔ (۱۵)

بظاہر یہ لگتا ہے کہ یہ دونوں باتیں جزوی طور پر درست ہیں۔ ہوتا یہ تھا کہ جب بھی قرآن کی کوئی سورت یا آیت نازل ہوتی وہ لوگ جو لکھنا جانتے تھے فوری دست یاب چیز کوئی تختی، چمڑا، چھلکا، ہڈی یا کھجور کا پتہ جو بھی ملتا اس پر نوٹ کر لیتے کیوں کہ یہ ممکن نہ تھا کہ قرآن کی تازہ وحی کو نظر انداز کر دیا جائے اور یہ بھی آسان نہ تھا کہ ہر وقت اصل نسخے کے اجزا ساتھ رکھے جائیں۔ اس لیے ہنگامی طور پر لکھ لیا جاتا جسے بعد میں ہر کوئی اپنے اصل نسخہ میں نقل کر لیتا تھا۔ اسی لیے حدیث میں کتابت اور جمع دو الگ الگ الفاظ آئے ہیں۔ کتابت سے مراد ہے فوری طور پر نوٹس لینا اور جمع سے مراد ہے گھر پر رکھے ہوئے نسخے میں ان کا اندراج اور تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ ہر سال رمضان میں رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نازل شدہ قرآن کی ترتیب وترتیل سے تلاوت فرماتے اور لوگ اس کے مطابق اپنے نسخے مدون کر لیتے تھے۔ عہدِ صدیقی کی کمیٹی کے پاس اپنے اصل نسخے تو تھے ہی، انہوں نے تمام لوگوں سے ان سے اصل نوٹس منگوا کر ان سے مقابلہ کر کے ایک سرکاری نسخہ تیار کر دیا جو ایک تقطیع کے اوراق پر تھا۔ اس موقع پر جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ کسی بھی مکمل نسخے کے مکمل ہونے کے یقین کی جدید ترین تحقیقی شکل ہے لیکن اس بناء پر یہ کہنا درست نہیں کہ عہدِ نبوی میں مکمل قرآن مدون شکل میں موجود نہیں تھا اور آپ جمع وتدوین کا کام ادھورا چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے تھے جب کہ اُمت کا اتفاق ہے کہ قرآن کی ترتیب توقیفی ہے۔

رچرڈ بیل نے ربط آیات پر بحث کے لیے اس روایت کو ترجیح دی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن کی جمع وتدوین کا کام پہلی بار عہدِ صدیقی میں ہوا۔

۳۔ جمع وتدوین قرآن کی روایت جس میں حضرت زید بن ثابت نے چمڑے کی جھلّی، کھجور کے پتوں، لکڑی کی تختیوں اور پتھر کی سلیٹوں سے متن قرآن کو جمع کیا تھا، بنیاد بنا کر رچرڈ بیل (Richard Bell) نے (Introduction to the Quran) میں ربط آیات کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا کہ جن اشیاء پر قرآن لکھا جاتا تھا ان کے سائز یکساں نہیں تھے۔[16]

بسا اوقات ایک طرف لکھنے کے بعد حواشی یا ورق کی پشت پر جگہ بچ رہتی تھی۔ ابتدائی کاتبانِ وحی، وحی کو محفوظ کرنے کے لیے ان خالی جگہوں پر آیات لکھ دیتے۔ بعد میں مدونین نے یہ تحقیق کیے بغیر کہ حواشی یا پشت پر لکھی گئی آیات کی اصلی جگہ کون سی ہے ان آیات کو اصل صفحہ پر موجود سورت میں شامل کر لیا۔ اس فرضیہ کو درست ثابت کرنے کے لیے انہوں نے مشہور مقامات کا حوالہ دیا (۱۷) جن پر ربط آیات کے ضمن میں تفصیل سے بحث کی جاتی ہے لیکن انہوں نے اپنے ترجمہ قرآن میں بہت دیدہ ریزی سے موضوعات اور ربط کو بنیاد بنا کر قرآنِ حکیم کو نئی ترتیب دینے کی کوشش کی۔ ان کی فہرست کے مطابق قرآنِ حکیم کے سترہ مقامات پر چالیس آیات ایسی ہیں جو سیاق وسباق سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور ان کے بقول وہ حواشی پر یا صفحے کی پشت پر لکھی ہوئی تھیں جنہیں اصل سورتوں میں شامل کر لیا گیا۔

بیل کے بیانات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں ایک ایسی مرتب اور مدون کتاب کا سانچہ ہے جو کسی تالیفی خاکے کے مطابق لکھی جاتی ہے۔ جب وہ کتاب اللہ کو جسے وہ کتاب اللہ کے بجائے پیغمبر اسلام کی ذہنی کاوش سمجھتے ہیں، دیکھتے ہیں تو انہیں وہ ترتیب اور ربط نظر نہیں آتا جو دورِ حاضر کا ایک مؤلف اپنی تالیف میں ملحوظ رکھتا ہے۔

بعض مقامات پر یوں لگتا ہے جیسے بیل بطور سپروائزر اپنے کسی تحقیق کے طالب علم کو تجاویز دے رہے ہیں مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت ۲۰۔۲۲ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ پیرا گراف (صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ)[18] پر مکمل ہو گیا تھا اور دوسری مثال یعنی (أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ)[19] بعد میں اضافہ کی گئی جب کہ قرآن مجید کا ایک عام طالب علم بھی یہ سمجھتا ہے کہ پہلی مثال:

(مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ)[20]

سے مراد رسول اکرم ﷺ ہیں اور دوسری مثال: (أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ)[21] سے وحی مراد ہے۔ یعنی کتاب اللہ اور رسول اللہ دونوں کی خصوصیات کو مثالوں سے واضح کیا گیا۔ پھر بیل کی یہ خواہش بہت عجیب ہے کہ:

(إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا)[22] کو ان مثالوں کا فوری تتمہ ہونا چاہیے تھا جب کہ وہ پانچ آیات کے بعد آئی ہے۔[23]

بیل یہ سمجھتے ہیں کہ سورۃ البقرہ میں حرمت ربا (البقرہ، ۲۷۴۔۲۸۰) اور دَین کے معاملات کی دستاویز تیار کرنے کے حکم کی آیت (البقرہ، ۲۸۲۔۲۸۳) کے درمیان:

(وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ)[۲۴]

کا کوئی جوڑ نہیں ہے(۲۵) کیوں کہ جدید اسلوب تالیف یہی ہے کہ موضوع کے تسلسل کو برقرار رکھا جائے اور اہم سے اہم بات بھی اگر براہِ راست موضوع سے متعلق نہیں ہے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے یا حواشی میں لکھا جائے لیکن یہ فیصلہ کرتے ہوئے بیل اس پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ موجودہ دور کا اسلوبِ تالیف قرن ہا قرن کے ارتقا کا نتیجہ ہے اور اس کے بہترین اسلوب ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔ یہ ہمارے دور کا مقبول اسلوب ہے اور بس۔ ماضی میں اسالیب مختلف رہے اور مستقبل کے پردے سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے، کسی کو معلوم نہیں۔

دوسرا اور اہم ترین پہلو یہ ہے کہ قرآن کتاب تذکیر ہے، جو دنیوی زندگی اور اس کے تمام معاملات کو انسان کی آزمائش اور امتحان قرار دیتا ہے۔ قرآن اپنے اس پیغام کو بھی نظر انداز نہیں کرتا کہ حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں قرآن میں ایسے موضوعات زیر بحث آئے ہیں جن میں یہ اندیشہ ہوا کہ قاری کہیں ان کی لذت آفرینیوں میں کھو کر اپنی اصل منزل کو فراموش نہ کر دے تو قرآن نے فوراً سلسلہ کلام منقطع کر کے انسان کو اس کے حقیقی مقاصدِ حیات کی طرف متوجہ کیا مثلاً:

(نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ)[۲۶] کے فوراً بعد: (وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ)[۲۷] کے الفاظ سے یہ پیغام دیا کہ جنسی انہماک تمہیں آخرت کے لیے ذخیرہ اندوزی اور تقویٰ شعاری سے غافل نہ کر دے۔ اس طرح کے عائلی زندگی کے مسائل مثلاً نکاح، طلاق، عدت اور نفقہ وغیرہ کے بیچوں بیچ:

(حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ)[۲۸]

کے حکم سے یہ احساس دلایا کہ مسلمان کو ہر حال میں اللہ کے سامنے جواب دہی کے احساس کو مقدم رکھنا ہے۔
بیل کے بیشتر اعتراضات اسی نوعیت کے ہیں جن میں قرآن کو اس کے اصل موضوع یعنی تذکیر سے ہٹ کر ایک ایسی کتاب کے طور پر جانچا گیا ہے جسے مروجہ انسانی سانچوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ البتہ دو مقامات ایسے ہیں جن پر ربط کے حوالے سے تقریباً تمام قدیم و جدید مفسرین نے بحث کی ہے۔ ذیل میں ان کے ربط پر گفتگو کی جاتی ہے:

۱۔ سورہ القیامہ میں شروع سے آخر تک قیامت اور احوالِ قیامت کا ذکر ہے البتہ درمیان میں چار آیات ایسی ہیں جو سیاق و سباق سے غیر متعلق ہیں اور وہ ہیں:

(لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ۔ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ۔ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ)[۲۹]

امام رازی کے بقول جو فرقے قرآن میں تغیر و تبدل اور حک و اضافے کے قائل ہیں وہ ان آیات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ ان کا ماسبق اور مابعد سے کوئی ربط نہیں ہے اگر ترتیب توقیفی ہوتی تو ایسا ہرگز نہ ہوتا۔ یاد رہے کہ ان آیات کا سببِ نزول یہ بتایا گیا

ہے کہ نزولِ وحی کے وقت رسول اللہ ﷺ وحی کے الفاظ کو جلدی جلدی دہراتے تھے تاکہ بھول نہ جائے جس سے آپ کو زحمت ہوتی تھی۔ ان آیات میں اس سے روکا گیا ہے۔

۲۔ ان آیات کا تعلق ماسبق کی ان آیات سے ہے جن میں انسان کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جانے کا ذکر ہے جو بالعموم جلد بازی کے باعث ہوتا ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا کہ امورِ دین میں بھی جلد بازی مستحسن نہیں ہے چہ جائیکہ فسق و فجور میں اور اگلی آیات میں اس کی تاکید ہے کہ:

(كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ)[۳۰]

۳۔ رسول اللہ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ آیات جلد از جلد یاد کر کے کفار تک پہنچائیں تو آپ کو تسلی دی گئی کہ آپ لاکھ جلدی کریں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۴۔ قفال اکبر کی رائے یہ ہے کہ ان آیات میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب نہیں بلکہ یہ آیات:

(يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ)[۳۱] کا تتمہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز جب فسق و فجور میں مبتلا شخص، کو نامہ اعمال دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ (اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا)[۳۲]

تو وہ اپنا نامہ اعمال پڑھتے ہوئے خوف و دہشت سے کانپ رہا ہو گا اور جلدی جلدی پڑھ رہا ہو گا لیکن اسے کہا جائے گا کہ تمہارا سارا نامہ اعمال محفوظ ہے اور اس کو پڑھ کر اس کے مطابق تمہارا فیصلہ ہو گا۔ قفال نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

(هذا وجه حسن ليس فى العقل ما يدفعه وان كانت الآثار غير واردة به)[۳۳]

یہ عمدہ توجیہہ ہے اور اس پر عقلی طور پر کوئی اعتراض نہیں، اگرچہ آثار و روایات اس سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔

۵۔ انور شاہ کاشمیری کی رائے یہ ہے کہ اس سورہ کے نزول کا اصل مقصد یہی آیات ہیں۔ ما قبل کی آیات بطور تمہید اور بعد کی آیات تتمہ ہیں۔ قرآنِ حکیم میں آیات کا باہمی ربط انسانی تالیفات کے ربط کی طرح نہیں ہوتا۔ قرآن کا اصل مقصد وعظ و تذکیر ہے۔ اسی لیے اکثر سورتوں کے آغاز میں یہ بتایا جاتا ہے کہ:

(تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ)[۳۴] اور اس کے بعد ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال ہو جاتا ہے۔[۳۵]

دوسرا مقام سورہ الغاشیہ کی آخری آیات (۱۷۔۲۰) ہیں۔ سورہ الغاشیہ قیامت، جنت اور جہنم کے تذکرے پر مشتمل ہے اور ابتدا سے آیت نمبر ۱۶ تک ایک ہی طرح کے فواصل و خواتیم کی حامل ہے لیکن آخر میں نہ صرف موضوع تبدیل ہو جاتا ہے بلکہ فواصل و خواتیم کے اوزان بھی بدل جاتے ہیں آیات درج ذیل ہیں:

(أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۔ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ۔ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ۔ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ)[۳۶]

۶۔ امام رازی ان آیات کا ربط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عرب صحرا نشینوں کی زندگی کی پیش پاافتادہ اشیا اور ان کے فوائد اور ان کی حیرت انگیز تخلیق کی طرف متوجہ کر کے ماسبق اور مابعد کے بیان کے لیے ان نشانیوں کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔ اونٹ جو ان کی زندگیوں کا سب سے اہم سرمایہ تھا، اس کے سفر و حضر میں بے حساب فوائد جنہیں وہ روزمرہ دیکھتے اور برتتے تھے۔ اس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اتنا بڑا اور ہمہ پہلو مفید جانور کس طرح اللہ نے ان کے قابو میں دے دیا ہے۔ آسمان جو ایک محیر العقول چھت ہے جس کی بلندی کا کسی کو اندازہ نہیں، جس میں روشن سورج، چاند اور ستارے زمین کو بقعہ نور بنائے ہوئے ہیں۔ اس سارے نظام فلکی میں کہیں کوئی رخنہ تلاش کیا جا سکتا ہے؟ بلند و بالا پہاڑ جو ملکوں اور قوموں کے درمیان راہ روکے کھڑے ہیں لیکن ان میں جابجا راستے اور درے بنا کر لوگوں کو ایک دوسرے سے رابطے کے لیے آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ پھر زمین کی سطح اس طرح پھیلا دی کہ اس سے ان کی ہر مادی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اس پر چلتے پھرتے، رہتے اور مکانات بناتے ہیں۔ کیا یہ سب نشانیاں اللہ کی عظمت اور امکان قیامت کے کافی دلائل نہیں ہیں"۔[۳۷]

حیران کن امر یہ ہے کہ جن آیات کے سیاق و سباق سے مربوط نہ ہونے کی فہرست دی گئی، یہ وہی آیات ہیں جن پر امام رازی نے اپنی تالیف مفاتیح الغیب میں ربط کے حوالے سے تفصیلی بحث کی ہے اور ہر آیت کا ماسبق اور مابعد سے ربط بتایا ہے۔

یہ باور کرنا آسان نہیں کہ ان دونوں صفِ اوّل کے مستشرقین یعنی رچرڈ بیل اور منٹگمری واٹ نے اس کتاب کی تالیف میں مفاتیح الغیب کو نظر انداز کر دیا ہو گا۔ اگر فہرست سازی میں اسے پیش نظر رکھا تو رازی کے بیان ربط سے واقفیت بھی بہم پہنچائی ہو گی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ منٹگمری واٹ نے واشگاف الفاظ میں اپنے استاذ کی تائید و تردید سے پہلو تہی کرتے ہوئے اس نقطہ نظر کو اسلام کے ابتدائی دور کے دقیق مطالعے کے لیے مفید بتایا ہے۔[۳۸]

حواشی وحوالہ جات

(۱) شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی، الفوز الکبیر فی اصول تفسیر، (اردو ترجمہ: مولوی رشید احمد انصاری) الجمعیت پریس دہلی ۱۹۵۵ء، باب اوّل، ۳-۲۳۔

(۲) مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۱ء، ج ا ص ۲۴-۲۵۔

(۳) رچرڈ بیل (Richard Bell) کی تالیف کو نظر ثانی اور حک و اضافے کے ساتھ ان کے شاگرد (W. Montgomery Watt) نے ایڈنبرا یونیورسٹی پریس سے (Introduction to the Quran) کے عنوان سے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ زیر نظر مقالہ میں ہمارے پیش نظر منٹگمری واٹ کا یہی نسخہ ہے۔

(۴) Introduction, 101-104

(۵) الحجر۱۵: ۹

(۶) فصلت۴۱: ۴۲

(۷) القیامہ۷۵: ۱۶تا۱۸

(۸) بحوالہ، امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تاج کمپنی دہلی۱۹۹۹ء، ج۹، ص۸۷تا۸۹۔

(۹) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث نمبر۴۹۹۷اور۴۹۹۹۔

(۱۰) الفرقان۲۵: ۵

(۱۱) ابن شیبہ، المصنف، کتاب فضائل القرآن، مکتبہ الرشد الریاض، ج۶، ص۱۵۴، حدیث۳۰۲۸۸۔

(۱۲) ابن قیتبہ الدینوری، کتاب المعارف، الھیتۃ المصریہ العامۃ القاھرہ، ۱۹۹۲ء، ج۱، ص۲۶۰۔

(۱۳) بخاری، حدیث نمبر۵۰۰۳۔

(۱۴) حافظ محمد عبدالقیوم کی تالیف جمع وتدوین قرآن طبع الفیصل لاہور۲۰۱۶ء میں ۷ ۲ ۔ ۴ پر جمع وتدوین قرآن پر لکھی جانے والی تالیفات، کتب، مقالات پر سیر حاصل علمی بحث کی ہے جس میں انہوں نے دونوں نقطہ ہائے نظر پیش کر کے روایتی اور محدثانہ نقطہ نظر کو ترجیح دی ہے۔ جمع وتدوین قرآن پر کام کرنے والے کسی بھی سکالر کے لیے ایک مفید لٹریچر ریویو ہے، ہر چند کہ ان کے نقطہ نظر سے جزوی اختلاف کی خاصی گنجائش موجود ہے۔

(۱۵) ایضاً

(۱۶) Introduction, P. 101.

(۱۷) ایضاً۔ مؤلفین نے قرآنِ حکیم کے سترہ مقامات کی چالیس آیات کی فہرست دی ہے جو سیاق وسباق سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ فہرست درج ذیل ہے۔
البقرہ۲: ۲۰تا۲۲، البقرہ۲: ۱۸۶، البقرہ۲: ۲۸۵، ۲۸۶، النساء۴: ۸۸، الانعام۶: ۱۴۱تا۱۴۴، الاعراف۷: ۵۷۔۵۸، التوبہ۱۰: ۴۰، التوبہ۱۰: ۱۲۷۔۱۲۸، الحج۲۲: ۵تا۸، الزمر۳۹: ۵،۷، المدثر۷۴: ۴،۷، القیامہ۷۵: ۱۶تا۱۹، النباء۷۸: ۳۳۔۳۴، عبس۸۰: ۳۴تا۳۷، الانشقاق۸۴: ۱۶تا۱۹اور الغاشیہ۸۸: ۶۔۷، الغاشیہ۸۸: ۱۷تا۲۰۔

(۱۸) البقرہ۲: ۱۸

(۱۹) البقرہ۲: ۱۹

(۲۰) البقرہ۲: ۱۷

(۲۱) البقرہ۲: ۱۹

(۲۲) البقرہ۲: ۲۶

(۲۳) Introduction, P. 102.

(۲۴) البقرہ۲: ۲۸۱

(۲۵) Introduction, P. 104.

(۲۶) القرآن، البقرہ۲: ۲۲۳

(۲۷) ایضاً

(۲۸) البقرہ۲: ۲۳۸

(۲۹) القیامہ۷۵: ۱۶تا۱۹

(۳۰) القیامہ۷۵: ۲۰

(۳۱) القرآن، القیامہ۷۵: ۱۳

(۳۲) القرآن، الاسراء ۱۷: ۱۴

(۳۳) رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ، ج۳۰، ص ۲۷۷۔

(۳۴) القرآن، یوسف ۱۲: ۱

(۳۵) انور شاہ کاشمیری، مشکلات القرآن، ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان ۱۴۱۴ھ، ص ۳۷۶۔

(۳۶) القرآن، الغاشیہ ۸۸: ۱۷تا ۲۰

(۳۷) رازی، مفاتیح الغیب، ج ۳۱، ص ۱۴۳تا ۱۴۶۔ امین احسن اصلاحی نے امام رازی کے علمی اور عقلی استدلال کو اسی نوعیت کے پر شکوہ انداز میں تدبر قرآن (ج ۹، ص ۳۳۳تا ۳۳۶) میں بیان کیا ہے۔

(۳۸) Introduction, P.107